یاأَیُّھَاالْمُزَّمِّلُ اشارات وتعبیرات۔تدبر قرآن کی نئی جہت

Ya ayu hal Muzammil, Clues and Interpretations: A new Dimension of the Understanding Quran

ڈاکٹر عثمان احمد*

The implied purport of the Quranic text is the core focus of Quranic interpreters since ancient epoch. Implied meanings are evidence of miraculousness of the text of the Quran. The Quranic verses are deciphered by obtaining hidden meanings of the Quranic words by contemplation and pondering upon the Quranic statements. The articles is struggle to apply this methodology of contemplation to reveal Quranic meaning hidden in the words. The Quranic words Ya ayyuha al-muzammil have been pondered to acquire some new meanings from linguistic hints and indications of these words. Ten meanings have deducted including the admissibility of calling the name of Prophet (s.a.w.w.) in absentia due to the sentiments of love and affection, Permissibility to give the names to persons on the basis of their temporary qualities and status, legitimacy of opting some attire as slogan or emblem and so on.

المزمل قرآن مجید کی ترتیب کے اعتبار سے تہتر ویں سورت ہے۔ جس کے دو رکوع اور بیس آیات ہیں۔ مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ مکی سورت ہے البتہ اس کے آخری رکوع سے متعلق بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدنی ہے۔اس کی اول آیت میں پنہاں نکات پر تدبر کیا جائے تو درج ذیل معنوی اشارات حاصل ہوتے ہیں

ا۔رسول اللہ ﷺ کو داعیہ ءمحبت کے باعث پکارنے کا جواز

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حرفِ ندا "یا" کے ساتھ پکارا۔ان الفاظ کو قرآن کی نص بنا کر نازل فرمایا گیااور ہر اہلِ ایمان کو قرآن کی تلاوت کا حکم دیا گیا جس میں یہ الفاظ بھی شامل ہیں اور تلاوت کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت کو صدیوں سے تلاوت کیا جارہا ہے اور کیا جاتا رہے گا۔ شرق وغرب اور شمال و جنوب میں اہلِ ایمان جہاں جہاں موجود ہیں وہ اس آیت کی تلاوت کرتے ہیں اور یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ پڑھتے ہیں۔ جب وہ اس آیت کی تلاوت کرتے ہیں تو یاایھاالمزمل کہتے ہوئے ندا بالغیب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کو اس اسم کے ساتھ پکارنا اللہ تعالیٰ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت کا اظہار ہے جیسا کہ سیاق وسباق بھی اس کا شاہد ہے۔ لہٰذا قرآن کی متابعت میں رسول اللہ ﷺ کو داعیہ ءمحبت کے

*اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

ساتھ بالغیب پکارنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ کے الفاظ میں درج ذیل اشارات اس استنباط کی تایید کرتے ہیں۔

الف۔ یاایھا کے الفاظ ندا کے الفاظ ہیں لہٰذا اس کی تلاوت کرنے والا متابعتاً حروفِ ندا ادا کرتا ہے۔

ب۔ المزمل کے الفاظ رسول اللہ ﷺ کے لیے ہیں۔اور یہ نام محبت کے باعث دیا گیا نام ہے۔ لہٰذا یہاں جس نام سے ندا ہے وہ محبت کے داعیے سے ہے۔

ج۔ اگلی آیات بھی اللہ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت کے اظہار کی معنویت لیے ہوئے ہیں۔ لہٰذا جو اہلِ ایمان اس آیت کی تلاوت کرتا وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے اللہ کی ندائے محبت کی متابعت و نقل کرتا۔ اللہ جل شانہ کے لیے تو غیب و حضور سب برابر ہے اس لیے ان کی طرف سے تو یہ ندائے غیب نہیں لیکن بندوں کے لیے غیب و حضور برابر نہیں ان کے لیے یہ ندائے غیب ہے۔اس آیت کی تلاوت ہی اس بات کا جواز ہے کہ داعیہ ء محبت کے باعث اگر کوئی رسول اللہ ﷺ کو پکارتا ہے تو یہ مباح ہے۔ شعراء نے نعت گوئی میں ندائے محبت کے اس اسلوب کو اشعار میں بکثرت استعمال کیا ہے۔البتہ یہ واضح رہے داعیۂ محبت کی ندا کے علاوہ کسی اور اعتقاد کے لیے یہ آیت وجۂ جواز نہیں بن سکتی اور نہ ہی اس آیت میں بندوں کی ندائے محبت کو سننے اور جواب دینے میں رسول اللہ ﷺ یا دوسری کسی بھی ذات کے لیے کوئی اشارہ موجود ہے۔ نیز اس آیت میں " قُمِ اللَّیْلَ"کا حکمِ الٰہی ہے جس کا تعلق بندوں کے ساتھ نہیں ہے پس اشارہ ندائے محبت تک ہی محدود ہے ورنہ ہر تلاوت کرنے والے کی طرف سے " قم اللیل "امر بن جائے گا جو شرعاً و عقلاً کسی طرح بھی جائز نہیں قرار دیا جا سکتا۔ تبعاً یہ بھی اشارہ موجود ہے کہ کسی بھی انسان سے ندائے غیب کے ساتھ مخاطب ہونا درست ہے اگر کوئی اعتقادی انحراف موجود نہ ہو قرآن مجید میں یاأَیُّھَا الْإِنْسانُ[1] اور یاأَیُّھَا الْکافِرُون[2] کا اسلوبِ ندا بھی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ حرفِ ندا کے ساتھ پکار کو کسی بھی دیگر اعتقادی مسئلہ کا متدل نہیں بنایا جا سکتا البتہ ندا بالغیب کے عمومی جواز کے دلیل بنایا جا سکتا چاہے وہ محبت سے ہو یا نفرت سے، تحقیر سے ہو یا تحسین سے۔ لہٰذا شعراء کے کلام میں محبوبین کے لیے ندا و پکار کے سب الفاظ اسی داعیہ کے باعث جائز ہوتے ہیں جب تک کہ کوئی اور شرعی قباحت شامل نہ ہو جائے۔

ایک سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر یٰٓاَیُّھَاالْمُزَّمِّلُ میں داعیہء محبت کے باعث ندا بالغیب کے جواز کا اشارہ موجود ہے تو ان تمام دیگر آیات سے جن میں رسول اللہ ﷺ کو خطاب ہے چاہے وہ عتاب کا ہو، امر ہو، نہی ہو ان سب خطابات کا جواز بندوں کی طرف سے بھی رسول اللہ کے لیے ثابت ہو گا؟ مثلاً اگر قرآن نے کہا ہے : إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ[3] (بے شک ہم نے آپ کو کثرتِ خیر سے نوازا تو آپ احسان مندی کے طور پر اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کریں اور قربانی کیا کریں) ان آیات میں خیرِ کثیر عطا کرنے کا احسانِ الٰہی مذکور ہے۔ اگر یٰٓاَیُّھَاالْمُزَّمِّلُ کے اشارہ سے آپ کو ندائے محبت کے ساتھ بالغیب پکارنا درست ہے تو ان آیات کے اشارہ سے یہ ثابت ہوا کہ انسانوں کے لیے ان کی طرف سے آپ ﷺ کے ساتھ کیے گئے کسی بھی احسان مندی کے سلوک کا تذکرہ کرنا اور اس کے بدل کے طور ممنونیت طلب کرنا بھی درست ہے۔ اگر یہ استنباط عقلاً و شرعاً غلط ہے (لازماً غلط ہے) تو اوّل اشارہ مستنبطہ بھی درست نہیں۔

اس اشکال کا جواب اس طرح ہے کہ دونوں آیات سے استنباطات میں فرق ہے۔ یہ معنیٰ غلط ہیں کیونکہ

الف۔ اگر کوئی اس کا دعویٰ کرے کہ اس کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو خیر کثیر بخشا گیا تو یہ صریحاً کذب ہے۔ لہٰذا کسی اشارۂ آیت سے بھی کذب کے جواز کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

ب۔ رسول اللہ ﷺ کو اللہ کے ماسوا کسی کو عتاب، امر و نہی سے مخاطب کرنے کا استحقاق و اختیار نہیں۔ (شاید یہ حکمت بھی ہے آپ ﷺ کے والدین کریمین کو قبل از بعثت ہی وفات دینے کی کہ والدین کو اپنے بیٹے پر عتاب کا حق حاصل ہوتا ہے لیکن آپ ﷺ پر عتاب کا حق کسی کو حاصل نہیں تو ایک تعارض کی صورت حال ہوتی نیز آپ پر کسی امتی کا عتاب کرنا اس کے لیے اللہ کے غضب کا باعث بنتا۔ اگر والدین زندہ ہوتے اور اپنے بیٹے کو عتاب فرماتے یہ اللہ کی ناراضی کا باعث ہوتا اور دوسری طرف ان کا استحقاق بھی ہوتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دے دی۔ انبیائے سابقین پر اس کو قیاس نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا معاملہ بہت حساس ہے۔ اللہ نے آپ کی موجودگی میں اونچی آواز میں بات کرنے کی بھی اجازت نہیں دی اور آپ کے بلانے پر ہر صورت لبیک کہنا واجب قرار دیا۔ ارشادِ ربانی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ اور ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ)۔اگر والدین زندہ ہوتے تو وہ ان آیات کا مخاطب ہوتے جس کا نتیجہ تعارض ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کا قلب مشوّش ہوتا) امت کے ہر فرد پر آپ کی اطاعت فرض ہے جس پر تمام قرآن دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا قرآن کی صریح دلالت کے بعد کسی اشارہ سے کسی امتی کے لیے آپ پر عتاب اور امر و نہی کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا اور ایسا استنباط صریحاً باطل ہو گا۔ نیز استدلال کے درجات میں صراحت کے مقابل اشارہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

ج۔ندائے محبت بالغیب کا جواز نہ تو کسی شرعی اصول کے نقیض ہے اور نہ اس سے کسی اصلِ شریعت پر کوئی جزوی زد بھی پڑتی۔اس اشارہ کی تایید حضرت یعقوبؑ کی اپنے بیٹے کے یوسفؑ کے لیے اس پکار سے بھی ہوتی ہے۔قرآن میں ہے:وَقَالَ يَا أَسَفَى عَلَى يُوسُفَ[4]

۲۔صفتِ عارضی و وقتی کی بنیاد پر تسمیہ کا جواز

رسول اللہ ﷺ کا المزمل کے نام سے پکارا گیا ہے۔لفظ المزمل کی شرح میں طبری لکھتے ہیں

(يَأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ) هو الملتفّ بثيابه. وإنما عني بذلك نبيّ الله صلى الله عليه وسلم- حدثنا بشر، قال: ثنا يزيد، قال: ثنا سعيد، عن قتادة: (يَأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ) أي المتزمل في ثيابه.[5]

یعنی آپ اپنے ملبوس میں لپٹے ہوئے ہیں۔اس سے مراد نبی ﷺ ہیں۔قتادہ کا قول ہے المزمل سے مراد اپنے کپڑوں میں لپٹا ہوا ہے۔

پہلی وحی کے موقع پر اللہ جل شانہ کے کلامِ عظیم کے اولین نزول کے باعث آپ کے قلبِ مبارک پر ہیبت کی خاص حالت طاری ہوئی[6] تو آپ ﷺ نے گھر تشریف لا کر سیدہ خدیجہؓ سے ارشاد فرمایا: زَمِّلُونِي، زَمِّلُونِي[7] (مجھے اوڑھا دو مجھے اوڑھا دو)

درج بالا آثار المزمل کے بارے واضح کرتے ہیں کہ ملبوس میں لپٹے ہوئے ہونا اس کی لغوی اصل ہے۔کمبل یا چادر یا کسی اور لباس میں آپ ﷺ کا ملفوف ہونا آپ کی کوئی دائمی، لازمی اور مستقل صفت نہ تھی بلکہ عارضی اور وقتی حالت و صفت تھی۔ جس کا تعلق خاص حالت و موسم سے تعلق ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے عارضی، حادثاتی و اضطراری وصف اور حالت کو آپ ﷺ کے اسم صفاتی کی اصل بنا کر آپ کو المزمل کے نام سے مخاطب فرمایا۔یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ انسانی اسماء میں صفات عارضی و وقتی کو وجہ ءتسمیہ بنانا درست ہے۔اس اشارہ کی تایید دو احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت سھل بن سعد سے روایت ہے کہ ایک بار سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمۃالزھراءؓ میں کسی بات پر اختلاف ہو گیا اور سیدنا علیؓ خفا ہو کر گھر سے چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو پوچھا کہ علیؓ کہاں ہیں؟ سیدہ فاطمہؓ نے بتایا کہ ناراض ہو کر گئے ہیں۔ پتا کرنے پر معلوم ہوا کہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ آپ ﷺ تشریف لے گئے دیکھا کہ کمر سے کپڑا ہٹ جانے کے باعث کمر پر مٹی لگی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے مٹی صاف کرتے ہوئے دو بار ارشاد فرمایا: اجلس یا أبا تراب (اے ابو تراب اٹھ کے بیٹھ جاؤ) مٹی جسم پر لگ جانا ایک اتفاقی و حادثاتی امر تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کو وجہ ءتسمیہ بنایا چنانچہ سیدنا علیؓ کا یہ لقب معروف ہے۔[8] ہجرت کے موقعہ پر حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے اکل و شرب کے سامان کو باندھنے کے لیے کچھ میسر نہ آنے کی وجہ سے اپنے کمر بند کا پھاڑ کر دو ٹکڑے کیا ایک حصے سے پینے کا سامان اور دوسرے بعام باندھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر حضرت اسماء کو "ذات النطاقین" کے نام سے موسوم فرمایا جو اعزاز کی حیثیت سے معروف ہوا۔[9] یہ ایک اضطراری حالت میں کیا گیا عمل تھا۔ ذات النطاقین ہونا حضرت اسماء کی کوئی مستقل صفت و عادت نہ تھی بلکہ وقتی ضرورت کے تحت آپ نے کمر بند دو ٹکڑے کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا آپ کو اس نام سے موسوم کرنا اس بات کو جواز فراہم کرتا کہ کسی عارضی صفت کی طرف منسوب کر کے نام رکھنا درست عمل ہے۔ چنانچہ اگر مقامات، اشیاء اور انسانوں کے اسماء اس بنیاد پر رکھ دیے جائیں تو جائز ہو گا۔ جیسا کہ لاہور میں ایک رات میں تعمیر کی جانے والی مسجد کا نام "مسجد شب بھر" ہے۔ گویا لفظ "المزمل" نے قرآن کے تسمیہ اصولوں میں سے ایک اصول کی طرف اشارہ کیا ہے۔ البتہ یہ واضح ہے برا نام اور تحقیر و استہزا کی معنویت کا نام آیت "وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ[10] کی تصریح کے باعث حرام ہے۔

۳۔ لباس کو خاص شناخت و شعار بنانے کا جواز

قرآن مجید نے نبی کریم ﷺ کے جس صفاتی نام کا ذکر کیا وہ ملبوس نبوی سے متعلق و منسلک ہے۔ قرآن مجید ابدی و دائمی کتاب ہے اور اس لحاظ سے اس نام کی ابدیت بھی مسلم ہے۔ لباس کی بنیاد پر کسی نام کا ابدیت پانا اس لباس کا شناخت و شعار بن جانے کی جانب واضح اشارہ ہے۔ اسی طرح لباس کی بنیاد پر نام رکھا جانا کسی خاص لباس کو پہچان بنا لینے کے جواز کی جانب اشارہ ہے۔ المزمل کے نام میں چادر یا کمبل یا کوئی بھی اوڑھنے کی چیز جب مستقل تسمیہ کی وجہ بن سکتی ہے تو پہچان اور شناخت بنانے کے جواز کی بالاولی اہل ہے۔

اسی چادر یا کمبل اوڑھنے کے عمل کو پسندیدگی کا مقام عطا کر کے اللہ کا اس کی نسبت سے نبی ﷺ کا صفاتی نام رکھنا اس کو جواز بخشتا کہ اگر کوئی شخص یا گروہ کسی خاص لباس کو اپنی پہچان یا شعار بنا لے تو اس کا جواز ہو گا۔ صوفیاء کے مختلف طبقات و مکاتب کا خاص رنگ و انداز کا جبہ زیب تن کرنا یا خاص طرز کا قلنسوہ یا عمامہ ہمیشہ باندھنا اس اسمِ نبوی کی روشنی میں جائز عمل ہے۔

۴۔لباس کے نام کو انسانی نام قرار دینے کا جواز

مزمل کا نام لباس کے باعث ہے۔ یہ اس کی جانب بھی اشارہ ہے کہ لباس اگر باعثِ عزت و تکریم ہو تو یہ جائز ہو گا کہ اس کو انسانی تسمیہ کے لیے استعمال کیا جائے۔اس لیے ملبوسات کے نام پہ جو انسانی نام رکھنا مشروع عمل ہے۔ چنانچہ قرآن نے یَلْبَسُونَ مِنْ سُندُسٍ[11] کہا ہے جس میں سندس سے مراد ریشمی لباس ہے۔[12] سندس لڑکیوں کا نام رکھا جاتا ہے جو کہ اس استنباط کی روشنی جائز و مستحسن ہے۔ اسی طرح ریشم، دیباج اور سنجاب نام بھی لباس کے نام پر ہوتے ہیں۔

۵۔اسم وصفی کو اسم ذاتی کا بدل بنانے کا جواز

اسماء کی دو انواع ہیں۔ ایک کو اسمِ ذاتی اور دوسری کو اسمِ وصفی یا صفاتی کہتے ہیں۔ اسم ذاتی سے مراد وہ نام ہے جو کسی ذات کی شناخت و تعارف کے لیے اس طرح وضع کیا گیا ہو کہ اس کی شخصیت کے کسی جزو یا وصف یا عادت یا پیشہ کی بجائے اس کی ذات پر دلالت کرے۔ ذات پر دلالت کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس نام کو لینے سے فوری طور پر سامع یا مخاطب کا ذہن اور توجہ بلا اشتباہِ غیر اس کی مسمّٰی ذات کی طرف مبذول ہو جائے۔ بالعموم اسماء ذاتیہ میں تعدد نہیں ہوتا اگرچہ ایسا ہونا لازم و ملزوم نہیں۔ جب کہ اسماءِ صفاتیہ میں تعدد و کثرت عموماً ہوتی ہے اگرچہ یہ لازم و ملزوم نہیں۔ یہ البتہ ایک قرآنی و سماجی حقیقت ہے کہ تعددِ اسماء شرف و فضل پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کا یہ فرمان تعددِ اسماء کے فضیلت ہونے پر دالّ ہے۔

وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ[13]

اور اللہ کے بہت سے خوبصورت نام ہیں پس اس سے انہی کے ذریعے دعا و التجا کیا کرو اور ان کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کج روی اختیار کرتے ہیں۔ جو وہ کرتے ہیں جلد اس کا بدلہ پائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کے اسماء ذاتیہ دو ہیں جو کہ قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ ایک اسمِ ذاتی محمد (ﷺ) ہے[14]

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ[15]

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور وہ ایمان لائے اس سب پر جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا جو کہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے ، اللہ ان کی برائیوں کو مٹا دے گا اور ان کا معاملہ درست کر دے گا

دوسرا اسم ذاتی احمد ہے۔قرآن میں ارشاد ہے۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقاً لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّراً بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ[16]

اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں ، میں تصدیق کرنے والا ہوں جو تمہارے پاس تورات میں سے جو کچھ ہے اور میں خوش خبری دینے والا ہوں رسول کی جو میرے بعد آئیں گے ان کا نام احمد ہے۔

الْمُزَّمِّلُ رسول اللہ کا اسم وصفی ہے جو اس آیت کے نزول سے آپ کا اسم وصفی بنا۔اور اس اسم کے ساتھ مخاطب کر کے آپ کو اس سورت میں کئی احکامِ شرعیہ دیے گئے ہیں۔اس سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ اسمِ وصفی کو اسمِ ذاتی کا بدل بنا کر مخاطب کیا جائے تو بھی ذات ہی مخاطب ہوتی۔یہاں محمد یا احمد کا متبادل الْمُزَّمِّلُ ہے۔اس سے واضح ہو رہا ہے کسی کلام کا مخاطب کسی بھی ذات کو اسمِ ذاتی و وصفی دونوں سے بنایا جا سکتا ہے اور اسم ذاتی و اسم وصفی متبادل ہیں۔اس آیت میں بھی اس کی جانب اشارہ ہے۔

قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمنَ أَيًّا مَا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنى[17]

اللہ پکارو یا الرحمان پکارو جیسے مرضی تم پکارو اس کے بہت سے اچھے نام ہیں

اسم وصفی، اسم ذاتی کا غیر یا نقیض نہیں ہوتا۔نیز رسول اللہ ﷺ کو پکارنے کا ایک ادب بھی الْمُزَّمِّلُ کے اسم وصفی کے ساتھ مخاطب کرنے سے ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کو ذاتی نام کے ساتھ نہ پکارا جائے بلکہ وصفی نام سے مخاطب کیا جائے۔الشفاء میں قاضی عیاض نے لکھا ہے

وَمِمَّا ذُكِرَ مِنْ خَصَائِصِهِ وَبِرِّ اللَّهِ تَعَالَى بِهِ.أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَاطَبَ جَمِيعَ الأنبياء عليهم الصلاة والسلام بأسمائهم.فقال: يَا آدَمُ،يَا نُوحُ ،يَا إِبْرَاهِيمُ،يَا موسى،ياداوود،يَا عِيسَى،

يَا زَكَرِيَّا، يَا يَحْيَ وَلَمْ يُخَاطِبْ هُوَ إِلَّا: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ، يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ، يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ، يَا أَيُّهَا الْمدثر[18]

اور آپ ﷺ کے خصائص اور اللہ تعالیٰ کے آپ پر خاص احسانات میں یہ بھی بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو ان کے ذاتی ناموں سے مخاطب کیا۔ چنانچہ فرمایا: اے آدم، اے نوح، اے ابراھیم، اے موسیٰ، اے داؤد، اے عیسیٰ، اے زکریا، اے یحیٰ، لیکن آپ ﷺ کو اس طرح نہیں خطاب فرمایا بلکہ کہا اے رسول، اے نبی، اے مزمل، اے مدثر

۶۔ حالت نماز میں خود کو چادر یا کمبل میں لپیٹنے کا جواز

رسول اللہ ﷺ کو الْمُزَّمِّلُ کے نام سے مخاطب کر کے قیام اللیل کا حکم دیا گیا۔ الْمُزَّمِّلُ کا مطلب چادر یا کمبل میں لپٹا ہوا ہے۔ لا محالہ جب آپ اس اسم کا مصداق ہیں اور اسی اسم سے موسوم ہو کر نماز ادا کر رہے ہیں تو گویا حالتِ نماز میں بھی آپ چادر یا کمبل میں لپٹے ہوئے ہیں جو ایک شرعی حکم کی جانب اشارہ ہے کہ چادر یا کمبل میں لپٹی ہوئی حالت میں نماز ادا کرنا مشروع عمل ہے۔ کیونکہ اگر اس اسم اور اگلے حکم کے مابین کوئی فصل ہوتا تو کسی حرف و جملہ کے ذریعے فصل دیا جاتا۔ اور یہ قابلِ تسلیم نہیں کہ کہا گیا ہو اے مزمل آپ اپنا پیراہن یعنی کمبل یا چادر علیحدہ کر کے نماز ادا کریں پھر تو اس اسم سے خطاب کی معنویت ختم ہو جاتی ہے۔

۷۔ اللہ کے ہاں رسول اللہ ﷺ کی سنتِ عادیہ کی محمودیت اور اس پر عمل کا جواز

کمبل یا چادر اوڑھنا ایک ضرورت و عادت ہوتی ہے۔ جسمانی یا موسمی ضروریات کے تحت چادر یا کمبل اوڑھا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا چادر یا کمبل اوڑھنا ایک ضرورت یا اضطراری حالت کے تحت تھا جو کہ آپ سنن عادیہ کا حصہ بنتا ہے۔ یعنی آپ ﷺ کا ایسا کام جو شرعی حکم نہیں تھا بلکہ انسانی ضرورت کے تحت تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کی عادات و بشری ضروریات کے تحت کیے گئے کاموں کو بھی محبوبیت کی شان بخشی گئی۔ اس لیے آپ کی وہ تمام سنن جن کا تعلق عرب ثقافت، صحرائی حالات اور مقامی ضرورتوں کے ساتھ تھا، بھی اللہ کی نظر میں محمود ہیں۔ آپ ﷺ کو اس نام سے موسوم کرنا اللہ کے ہاں آپ کی سنت عادیہ کی محمودیت کی دلیل ہے۔ اس لیے اگر کوئی ویسا لباس، ویسا رہن سہن اور ویسی غذا و طعام اختیار کرتا تو اس پر عمل کا جواز ہے بلکہ محمود و قابلِ تعریف ہو گا۔ داڑھی کے ترک کے

لیے جو بنیادی دلیل دی جاتی ہے وہ یہی کہ یہ سنت عادیہ میں شامل ہے نہ کہ سنت مشروعیہ میں۔ حیرت ہے کہ سنت عادیہ ہونے سے بھی داڑھی کا وجود ہی ثابت ہوتا نہ کہ عدم و ترک۔ علیٰ سبیل التنزل یہ مان لیا جائے کہ داڑھی رسول اللہ ﷺ کی سنن عادیہ میں سے تو بھی محمود ہو گی تو اس کا وجود محمود ہو گا اور ترک جائز اور ترک کا جواز بھی اس صورت میں ہو گا جب داڑھی کی تحقیر و استخفاف نہ ہو۔ باقی دعویٰ اور دلیل میں مطابقت استدلال کی بنیادی شرط ہے۔ اگر کوئی داڑھی کا ترک و عدم جائز قرار دیتا تو رسول اللہ یا صحابہ سے اس کا ترک و عدم ثابت کرے۔ دعویٰ تو اس کے نہ رکھنے کے جواز کا ہو اور ثابت وجود کی نوعیت تبدیل کر کے کیا جائے۔ یہ دعویٰ و دلیل میں عدم مطابقت ہے۔ اگر کسی کو یہ ثابت کرنا ہو کہ داڑھی نہ رکھنا جائز ہے تو وہ انبیاء و صحابہ میں اس کا عدم و ترک ثابت کرے اور ایسے چند نظائر پیش کرے جو ان کے ہاں عدم و ترک کو ثابت کرتے ہوں۔ اور اگر کسی کا دعویٰ ہے کہ داڑھی اس عہد کی ثقافت اور سماجی رواج تھا تو ثابت کرے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ اس کو ثقافتی و سماجی چیز سمجھتے تھے اور اس کے قولی و عملی نظائر پیش کرے۔ اس کے لیے یہ دلیل کافی نہیں کہ اہلِ عرب عموماً داڑھی رکھتے تھے۔ اہلِ عرب کے عموماً داڑھی رکھنے سے یہ کس اصول کے تحت سماجی روایت ثابت ہو گئی کیونکہ ان کے ہاں بیسیوں روایات مذہبی بنیادوں پر ابراھیمی دین کے تناظر میں موجود تھیں۔ نیز اگر ان کے ہاں داڑھی سماجی رواج تھی تو اس سے یہ کیسے ثابت ہو گا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ بھی یہی سمجھتے تھے؟ اس لیے ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے قولی و فعلی استشہادات پیش کئے جائیں کہ وہ اسے سماجی روایت سمجھتے تھے۔

۹۔ منسوباتِ رسول کا حکم میں ذاتِ رسول کے ساتھ جمع ہونا

رسول اللہ ﷺ کا اسم وصفی الْمُزَّمِّلُ آپ کے ملبوس سے منسلک ہے۔ ملبوس ذات نہیں ہوتا بلکہ ذات سے منسلک و منسوب ہوتا ہے۔ جب کہ نام ذات کا تعارف بنتا، چاہے نام ذاتی ہو یا صفاتی۔ رسول اللہ ﷺ کے ملبوس کو آپ کے اسمِ وصفی کی اساس بنایا گیا تو گویا آپ کی تملیکات یا منسوبات میں شامل ایک چیز کو آپ کی ذات کے تعارف کے لیے منتخب کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اور آپ کے منسوبات احترام و ادب کے حکم میں باہم ایک ہیں۔ آپ کی چادر یا کمبل کی توہین بھی گویا آپ کی ذات کی توہین کے متماثل ہے۔ لہٰذا جو چیز بھی رسول اللہ ﷺ سے اس طرح منسوب ہو کہ اس کی کوئی اور

نسبت نہ ہو تو اس کا ادب و احترام آپ کی ذات کی طرح واجب ہو گا۔اور اس کی گستاخی اور بے ادبی کو ذات کی گستاخی میں شمار کیا جائے گا۔

۱۰۔اسماء النبی ﷺ کے لیے اجتہادی اصول

اللہ تعالیٰ کے اسماء کا شمار ممکن نہیں کیونکہ وہ ذات جس کی صفات بے حد و حساب ہوں اس کے اسماء صفاتیہ بھی بے حد و حساب ہوں گے۔اس لیے بعض علماء کی رائے ہے کہ ہر ایسی فاعلی حالت اللہ کا اسم قرار دی جا سکتی ہے جس سے اس کی تنزیہ و عظمت کا ظہور ہو اور اس کی شان سے فروتر معنویت نہ پائی جائے۔ جیسے الطاہِر (پاک کرنے والا)،المُطہِّر (پاکیزگی بخشنے والا)، طاعم (کھلانے والا)،الضاحک،الباکی وغیرھم

رسول اللہ ﷺ کے اسماء بھی بے شمار ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا مرتبہ و مقام عطا کیا کہ آپ جمیع انبیاء کی صفات کے جامع ہیں۔اس لیے آپ کے اسماء صفاتیہ بھی بے حد و حساب ہیں۔الْمُزَّمِّلُ کے نام سے ایک اصول کی جانب اشارہ ملتا ہے کہ آپ کی تملیکات و منسوبات کو آپ کے اسم کی بنیاد بنایا جا سکتا۔ مثلاً آپ کی اونٹنی قصواء کی نسبت سے آپ کا اسم مبارک "صاحب القصواء" یا آپ کی تلواروں، نیزوں اور دیگر ہتھیاروں کے نام سے جیسے "صاحب الحتف"، صاحب العضب"، یا آپ کے حجرہ کی نسبت سے " صاحب روضۃ من ریاض الجنۃ"، یا "راکب البراق"، "راکب الرفرف"۔

حوالہ جات و حواشی

[1] الانفطار:٦

[2] الکافرون۔ا

[3] الکوثر۔۲،ا،ان سورہ کوثر کی ان آیات سے رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ فی القبر ایک خاص پہلو ثابت ہوتا ہے ۔سورہ کوثر میں اعطائے خیرِ کثیر کا ذکر ہے جو کہ نزول سے ماقبل، نبی ﷺ کی حیاتِ دنیوی اور مابعد ہر حال میں جاری و ساری ہے۔اس آیت کا تعلق صرف آپ کی حیاتِ دنیویہ کے ساتھ نہیں۔اور آخری آیت کہ آپ کا دشمن ابتر ہے یہ آیت بھی اپنی معنویت میں آپ کی حیاتِ دنیا تک محدود نہیں کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے تمام دشمن ابتر نہیں ہوں گے۔لہٰذا جب اس سورت کی اول و آخر آیت حیاتِ دنیوی تک محدود نہیں تو درمیانی آیت فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ بھی دنیا کی زندگی کے بعد معطل نہیں۔آپ ﷺ جس طرح حیات دنیوی میں نماز

پڑھتے تھے اور قربانی کرتے تھے، بعد از وفات بھی صلاۃ و نحر اس شان سے بڑھ کر کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ سیاق و سیاق کے خلاف ہے کہ اول وآخر آیات کا تسلسل ودوام اعمانا جائے اور درمیان کی آیت کو معطل مانا جائے اور اسے اس صرف ماضی کا حوالہ قرار دیا جائے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ آج بھی اس آیت کا مخاطب ہیں اور اس پر عامل بھی۔ البتہ اس کی حقیقت وکنہ تک پہنچنا کہ اس کی عملی صورت کیا ہے، ممکن نہیں۔ آپ کی روح مقدس اعلیٰ علیین میں نماز ادا کرتی اور قربانی کرتی ہے یا اس دنیا میں تمثل کے ذریعے یہ خاص مقام واوقات میں ہوتا ہے۔ یہ سب جاننا ممکن نہیں

[4]یوسف۔۸۴

[5]الطبری، محمد بن جریر، ابو جعفر (المتوفی: 310ھ)، **جامع البیان في تأویل القرآن**، تحقیق: احمد محمد شاکر، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، طبع اول، 1420 ھ/2000ء، ج۲۳، ص۶۷۶

[6]یہ ہی بت نہ تو جبریل علیہ السلام سے عدم من اس بت کے باعث تھی اور نہ ہی آپ کو نبوت کے بارے کوئی شک تھا اور نہ ہی آپ کو جناب جبریل کے بارے شیطان ہونے کا وہم تھا۔ قرآن کا اولین نزول ہوا۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے بارے اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں: لَوْ أَنْزَلْنا هذَا الْقُرْآنَ عَلى جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خاشِعاً مُتَصَدِّعاً مِنْ خَشْيَةِ اللهِ(الحشر۔۲۱) اس کتاب کی آیات پہلی دفعہ نازل ہوئیں تو قلب مبارک پر جوروحانی ثقل پڑا اسکے باعث آپ نے فرمایا: **لقد خشیت علی نفسي**۔ ورقہ بن نوفل کے پاس لے جانا سیدہ خدیجہ کا اجتہاد اور اظہارِ محبتِ رسول تھا نہ کہ رسول اللہ ﷺ کا اپنی نبوت کے بارے کسی تشکیک کا شکار ہونا اس کا باعث تھا۔ رسول اللہ ﷺ سیدہ خدیجہ کے ساتھ گئے تو یہ آپ کا ان کے اخلاص ووفا کا احترام تھا نیز ورقہ بن نوفل کی تایید ان کے لیے شرفِ ایمان کا باعث ہوئی گویا آپ نے ورقہ بن نوفل کے پاس جاکر ان کو دعوتِ ایمان دی۔ رسول اللہ ﷺ کا ورقہ بن نوفل سے جو مکالمہ ہوا اس پوری گفتگو میں کہیں کوئی تشکیک وارتیاب نہیں جھلکتا البتہ بعض باتوں پر استعجاب کا اظہار ہے

[7]السھیلی، ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ بن احمد (المتوفی: 581ھ)، **الروض الأنف في شرح السیرۃ النبویۃ**، دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع اول، 1412ھ، ج2، ص411

[8]البخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، الجامع الصحیح، محمد زہیر بن ناصر الناصر، دار طوق نجاۃ، بیروت، طبع اول، ۱۴۲۲ھ، حدیث نمبر ۴۷۰۷، ج۹، ص۴۷

[9]ابن ابی شیبہ، أبو بکر، عبد اللہ بن محمد بن ابراھیم (المتوفی: 235ھ)، **الکتاب المصنف في الأحادیث والآثار**، تحقیق: کمال یوسف الحوت، مکتبہ الرشد، الریاض، طبع اول، 1409ھ، ج۷، ص۳۴۳

[10]اور برے القاب سے نہ پکارا کرو، برا نام رکھنا ایمان لانے بعد بدترین گناہ ہے۔(الحجرات۔۱۱)

[11]الدخان۔۵۳

[12]الزجاج، ابراھیم بن السری بن سھل، ابواسحاق (المتوفی: 311ھ)، معانی القرآن واعرابہ، تحقیق: عبدالجلیل عبدہ شلبی، عالم الکتب، بیروت، طبع اول، 1408ھ/1988ء، ج۴، ص۴۲۸

[13]الاعراف۔۱۸۰

[14]رسول اللہ ﷺ کا اسمِ ذاتی محمد قرآن کی چار آیات میں مذکور ہے گویا یہ اسم قرآن میں چار بار آیا ہے۔(آل عمران۔۱۴۴، الاحزاب۔۴۰، الفتح۔۲۹، محمد۔۲)

[15]محمد۔۲

[16]الصف۔۶

[17]الاسراء۔۱۱۰

[18]عیاض بن موسی بن عیاض بن عمرون، ابوالفضل (المتوفی: 544ھ)، **الشفا بتعریف حقوق المصطفی**، دار الفیحاء، عمان، طبع دوم، 1407ھ، ج۱، ص۸۶

******